# Child Marriage and the Right of Option of Puberty: A Comparative Study of Islamic and Pakistani Law

**Mudassara Sabreen**[*]
**Samia Maqbool Niazi**[*]

## ABSTRACT

In contemporary world, child marriage is discouraged and has been considered a social and legal issue. Islamic law, while allowing child marriage, puts certain restrictions on the guardian's authority to contract his ward into marriage. Pakistani law follows the suit. Pakistan law, aiming at discouraging child marriage, has declared it a punishable offence, though the marriage itself remains valid. Islamic, as well as Pakistani law gives the right to exercise the option of puberty to a person whose marriage was contracted during minority. The right to exercise option of puberty is a safeguard against abuse of authority of a guardian. This right is though available to persons whose marriage was contracted during minority regardless

* Assistant Professor/incharge, Department of Shariah, Faculty of Shariah and Law, International Islamic University, Islamabad. (mudasra.sabreen@iiu.edu.pk)
* Assistant Professor, Department of Law, Faculty of Shariah and Law, International Islamic University, Islamabad. (samia.maqbool@iiu.edu.pk)

of gender, it is more crucial for a girl than a boy, as the latter has the authority of divorce whereas the former has only this option to repudiate a marriage contracted by her guardian. The dilemma is that in Pakistani social environment practically it is difficult for a girl to exercise this right without consent of her family. This article attempts to explore the rules regarding child marriage and option of puberty in Islamic as well as Pakistani law and analyse the problems in implementation of this right in Pakistan.

# صغر سنی کی شادی اور حق خیارِ بلوغ: شریعہ اور پاکستانی قانون کا تقابلی جائزہ

مدثرہ صابرین ٭
سمعیہ مقبول نیازی ٭

## مقدمہ

شریعہ میں بچے کے لیے صبی یا صغیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ صغیر کا متضاد کبیر ہے۔ اسلامی فقہ کے مطابق بلوغت کو معیار تصور کیا گیا ہے۔[1] جس کے بعد بچے کو کبیر یا جوان تصور کیا جاتا ہے اور وہ اپنے تمام امور کے لیے خود ہی ذمے دار ہوتا ہے۔ شریعہ میں ان تمام معاملات کو اہلیت ادا کے تحت دیکھا جاتا ہے جو کہ بلوغت پر حاصل ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بلوغت سے پہلے بچہ اپنے امور کی انجام دہی کے لیے ولی کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

---

٭ اسسٹنٹ پروفیسر / صدر، شعبہ شریعہ، کلیہ شریعہ اینڈ لا، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔
(mdsabreen@yahoo.com)
٭ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ لا، کلیہ شریعہ اینڈ لا، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔(samia.maqbool@iiu.edu.pk)

۱۔ اگر بلوغت کی علامات ظاہر نہ ہوں تو ایک خاص عمر تک پہنچ کر بچے کو قانونی مقاصد کے لیے بالغ تصور کر لیا جاتا ہے۔ اس عمر کے تعین کے بارے میں فقہا کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو حنیفہؒ کے مطابق یہ عمر لڑکے کے لیے ۱۸ سال ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق ۱۹ سال کی عمر کا تعین کیا گیا ہے۔ امام مالک سے دو روایات منقول ہیں: ایک روایت کے مطابق ۱۵ سال جب کہ دوسری روایت کے مطابق ۱۸ سال کی عمر تک پہنچنے کی صورت میں ہر شخص کو بالغ تصور کیا جائے گا چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ ابو یوسف، محمد بن حسن الشیبانی، شافعی اور حنبلی فقہا کے مطابق ۱۵ سال کی عمر میں ہر شخص کو بالغ تصور کیا جائے گا۔ وہاب عبد الجبار عطا، **أركان الحكم** (قاہرہ: دار الأدباء، ۱۹۸۰ء)، ۱۵۸؛ محمد مصطفےٰ شلبی، **أحكام الأسرة في الإسلام** (بیروت: دار النهضة العربية، ۱۹۷۳)، ۷۸۰-۷۸۱؛ صالح جمعہ حسن الجبوری، **الولاية على النفس في شريعة الإسلامية و القانون** (بغداد: مؤسسة الرسالة، ۱۹۸۶)، ۳۷۰-۳۶۸؛ زکریا یحییٰ بن شرف النووی، **روضة الطالبين** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۰ء)، ۳: ۴۱۱- ۴۱۲؛ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی، **تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق مع حاشية الشلبي** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۰ء)، ۲: ۲۷۵- ۲۷۷۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾(2)

(اور یتیموں کو بالغ ہونے تک جانچتے رہو۔ پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے (یعنی بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے) اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا دینا۔ جو شخص آسودہ حال ہو وہ اپنے آپ کو (ایسے مال سے قطعی طور پر) پاک رکھے اور جو بے مقدور ہو وہ مناسب طور پر (یعنی بہ قدر خدمت) کچھ لے لے اور جب ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو۔ اور حقیقت میں تو خدا ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے۔)

اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ اسلام میں بالغ ہونے کی عمر وہ ہے جسے عہد بلوغت کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ تمیز یا عقل کی پختگی بھی لازم ہے۔ مندرجہ ذیل آیات اس بات کو مزید واضح کرتی ہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ڜ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾(3)

(مومنو! تمھارے غلام لونڈیاں اور جو بچے تم میں سے بلوغت کو نہیں پہنچے تین دفعہ یعنی (تین اوقات میں) تم سے اجازت لیا کریں، (ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے گرمی کی دوپہر کو) جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد۔ (یہ) تین (وقت) تمھارے پردے (کے) ہیں ان کے (آگے) پیچھے (یعنی دوسرے وقتوں میں) نہ تم پر کچھ گناہ ہے اور نہ ان پر کہ کام کاج کے لیے ایک دوسرے کے پاس آتے رہتے ہو، اس طرح خدا اپنی آیتیں تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور خدا بڑا علم والا اور بڑا حکمت والا ہے۔)

﴿وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾(4)

(اور جب تمھارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیے جس طرح ان سے اگلے (یعنی بڑے

---

2- القرآن 4 : 6۔

3- القرآن 24 : 58۔

4- القرآن 24 : 59۔

آدمی) اجازت حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس طرح خدا تم سے اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔)

ان آیات سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ شریعہ میں صغر، پیدائش سے لے کر بلوغت تک کے دور کو کہا جاتا ہے۔ اس مقالے میں صغر سنی یعنی بلوغت سے پہلے کی شادی اور اس شادی کے نتیجے میں ملنے والے حق خیارِ بلوغ پر بحث کی گئی ہے۔ شریعہ اور پاکستانی قانون کے تقابلی جائزے سے یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ دونوں قوانین میں کس حد تک فرق یا مماثلت پائی جاتی ہے۔

اسلامی فقہ بچپن کی شادی کو جائز مانتا ہے۔ ولی با اختیار ہے کہ اگر چاہے تو بچے کا نکاح کرے بشرطے کہ یہ نکاح اس کے مفاد کے خلاف نہ ہو۔ پاکستانی قانون بچپن کی شادی کو جرم تصور کرتا ہے[۵] مگر شادی بہ ذات خود صحیح تصور ہوتی ہے۔ حنفی فقہا ایسے شخص کو جس کی شادی بچپن میں ہوئی ہو، خیارِ بلوغ کا حق دیتے ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص بلوغت کے ظاہر ہونے پر اس شادی کی تصدیق یا اس کے ختم ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ پاکستانی قانون بھی یہ حق دیتا ہے۔ اس مقالے میں اسلامی اور پاکستانی قوانین کے تقابلی جائزے کے ساتھ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ پاکستانی معاشرے میں کسی لڑکی یا لڑکے کے لیے حق خیارِ بلوغ کا استعمال کس حد تک ممکن ہے۔ ہم آگے دیکھیں گے کہ اس حق سے مربوط بعض شرائط نے اس کی افادیت کو کم کر دیا ہے۔

## اسلامی فقہ اور صغر سنی کی شادی

اسلامی فقہ کے مطابق بلوغت کو شادی کی عمر قرار دیا گیا ہے۔ کم عمری کی شادی صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ولی اس شادی کو منعقد کرے۔ ایک حدیث ہے کہ "ولی کے بغیر نکاح نہیں"۔[۶] ولی کا اختیار اس حدیث سے ثابت ہے۔[۷]

جمہور فقہا بچپن کی شادی کو درست قرار دیتے ہیں بشرطے کہ یہ شادی ولی کے ہاتھوں انجام پائے اور بچے کے مفاد کے خلاف نہ ہو۔ جمہور فقہا، جن میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی شامل ہیں، ان کی سب سے بڑی دلیل

---

5. *The Child Marriage Restraint Act*, Section 2.

۶۔ منصور یونس بن ادریس البہوتی، **كشاف القناع عن متن الإقناع** (ریاض: **مكتبة النصر الحديثة**)،۵: ۴۸۔

۷۔ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ، **المغني و الشرح الكبير على متن المقنع في فقه الإمام أحمد بن حنبل** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۴ء)،۷: ۳۳۷– ۳۳۹۔

حضور اکرم ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہے جو صغر سنی میں انجام پائی تھی اور یہ شادی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ولی تھے، کے ہاتھوں انجام پائی۔(۸) یہ فقہا قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت کو بہ طور دلیل پیش کرتے ہیں۔

﴿وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ط وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ ط وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا﴾(۹)

(اور تمھاری (مطلقہ) عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا (ان کی عدت بھی یہی ہے) اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔ اور جو خدا سے ڈرے گا خدا اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔)

اس آیت میں ایک ایسی عورت کی عدت کا ذکر ہے جس کو حیض نہ آتا ہو اور ایسی خواتین میں بزرگ اور بچیاں دونوں شامل ہیں اس سے یہ استنباط کیا جاتا ہے کہ بچپن کی شادی درست ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ایک بچی کی عدت کا ذکر کیا ہے۔(۱۰) دوسری دلیل ان فقہا کی مندرجہ ذیل آیت ہے:

﴿وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ ط اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾(۱۱)

(اور اپنی قوم کی "ایامیٰ" کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا اور خدا (بہت) وسعت والا اور (سب کچھ) جاننے والا ہے۔)

اس آیت میں "ایامٰی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا واحد "أیم" ہے۔ اس سے مراد ایک غیر شادی

---

۸- ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سھل السرخسی، **کتاب المبسوط** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۲۰۰۱ء)، ۵: ۲۳۵-۲۳۷؛ ابو الولید محمد بن احمد بن رشد، **بدایة المجتھد** (*The Distinguished Jurist's Primer*)، مترجم، عمران احسن خان نیازی (ریڈنگ: گارنٹ پبلشنگ، ۱۹۹۶ء-۱۹۹۴ء)، ۲: ۶۔

۹- القرآن ۶۵ : ۴۔

۱۰- شلبی، **أحکام الأسرة في الإسلام**، ۱۲۷؛ تنزیل الرحمٰن، *Code of Muslim Personal Law* (کراچی: اسلامک پبلشرز، ۱۹۷۸ء)، ۱۸۴- ۱۸۵۔

۱۱- القرآن ۲۴ : ۳۲۔

شدہ عورت ہے چاہے وہ بالغ ہو یا نابالغ۔[۱۲] اجماع صحابہ سے بھی نابالغ نکاح کی صحت ثابت ہے۔ روایت کے مطابق حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے بھی نابالغوں سے نکاح کیا۔[۱۳] شافعی اور حنبلی فقہا کی ایک روایت کے مطابق ولی کے پاس صرف اس صورت میں نابالغہ کے نکاح کا اختیار ہے اگر وہ کنواری ہو۔ ایک شوہر دیدہ نابالغہ کا نکاح ولی نہیں کر سکتا، بلکہ بلوغت کے بعد ایسی بچی اپنے نکاح کا فیصلہ خود کرے گی۔[۱۴]

ابن شبرمہ، عثمان البتّی، اور ابو بکر العاصم یہاں جمہور علما سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان فقہا کے نزدیک نابالغ کی شادی باطل ہے۔ ان کی پہلی دلیل قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت ہے۔

﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ...الخ﴾[۱۵]

(اور یتیموں کو بالغ ہونے تک جانچتے رہو پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔۔۔)

ان فقہا کے نزدیک نابالغ کے نکاح کا درست ہونا اس آیت کے مخالف ہو گا۔ اگر نابالغ کے نکاح کو درست مان لیا جائے تو مندرجہ بالا آیت کے نازل ہونے کا کوئی مقصد نہیں رہ جاتا۔ جمہور فقہا، اس آیت کو صرف مال لوٹانے کے حوالے سے دیکھتے ہیں اور اس کا نکاح کی صحت سے کوئی تعلق نہیں مانتے۔ ان فقہا کی دوسری دلیل یہ ہے کہ شادی کا بنیادی مقصد افزائش نسل اور نفسانی خواہشات کی تکمیل ہے جو صغر سنی کی شادی میں ممکن نہیں۔ جہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا تعلق ہے تو یہ فقہا اس کو استثنا مانتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل تھا۔ چوں کہ صغر سنی کی شادی اس وقت تک درست قرار نہیں پاتی جب تک بچہ بلوغت حاصل کرنے کے بعد

---

۱۲۔ عبد اللہ یوسف علی نے "أیم" کا ترجمہ ایک "غیر شادی شدہ عورت" (A women not in the bond of wedlock) کیا ہے جس میں کنواری، مطلقہ اور بیوہ تینوں شامل ہیں۔

Abdullah Yusuf Ali, *The Meaning of the Holy Quran* (Beltsuille: Amana Publications, 1997), 874.

۱۳۔ محمد جواد مغنیہ، **الفقه على المذاهب الخمسة: الجعفري، الحنفي، المالكي، الشافعي، الحنبلي** (بیروت: دار العلم للملايين، ۱۹۷۷ء)، ۳۲۲۔

Yusuf, *The Meaning of the Holy Quran*, 874.

۱۴۔ الجبوری، **الولاية على النفس**، ۵۱– ۵۳؛ جواد، **الفقه على المذاهب الخمسة**، ۳۲۲؛ محمد امین بن عمر بن عابدین، **حاشية ابن عابدين: رد المختار على الدر المختار** (دمشق: دار الثقافة و التراث، ۲۰۰۰ء)، ۸: ۱۸۱۔

۱۵۔ القرآن ۴: ۶۔

خیارِ بلوغ کے تحت اس شادی کو قائم رکھنے یا ختم کرنے کا فیصلہ نہیں کر دیتا؛ لہٰذا بلوغت سے پہلے نکاح بے مقصد ہے۔(۱۶)

## ولایۃ الإجبار اور خیار البلوغ

اسلامی فقہ کے مطابق ولی ایک نابالغ بچی / بچے کا نکاح کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسے ولایۃ الإجبار کہتے ہیں۔ لیکن اس ولایت کی بھی کچھ شرائط ہیں۔(۱۷) ولی صرف اس صورت میں بچے کا نکاح کر سکتا ہے جب ایسا کرنا بچے کے مفاد میں ہو۔ جب بچہ بلوغت حاصل کر لیتا ہے تو ولی کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ فقہا کا اتفاق ہے کہ والد بچے کے نکاح کا اختیار رکھتا ہے، لیکن والد کی وفات یا نااہلی کی صورت میں دوسرے رشتے داروں کے حق کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو حنیفہ کے مطابق تمام اولیا چاہے، ان کا صغیر سے کوئی بھی رشتہ ہو، یہ حق رکھتے ہیں۔ جب کہ ابو یوسف اور محمد بن حسن الشیبانی کے نزدیک بچے کی شادی کرنے کا حق صرف عصبہ کے پاس ہے۔ حنفیوں کے نزدیک اولیا کو یہ حق اس لیے دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے مستقبل میں مناسب رشتہ نہ ملے؛ اس لیے اگر بچپن میں کوئی مناسب رشتہ ملتا ہے تو ولی بچے کا نکاح کر سکتا ہے۔ مالکی فقہا کے نزدیک نکاح کرنے کا اختیار صرف والد اور اس کے وصی کو ہوتا ہے جب کہ شافعی فقہا بچے کا نکاح کرنے کا حق والد اور دادا کو دیتے ہیں۔(۱۸)

حنبلیوں کی رائے میں والد، اس کا وصی یا بچے کا دادا یہ اختیار رکھتے ہیں بشرطے کہ وصی کو یہ اختیار خصوصی طور پر دیا گیا ہو۔ دادا کو بچے سے فطری محبت کے حوالے سے والد کی طرح ہی سمجھا جاتا ہے؛ اس لیے یہ فقہا والد کے ساتھ ساتھ دادا کو بھی بچے کے نکاح کا حق دیتے ہیں۔(۱۹)

---

۱۶۔ السرخسی، **المبسوط**، ۴: ۲۳۵ - ۲۳۷؛ الجبوری، مرجع سابق، ۵۳ - ۵۷؛ تنزیل الرحمٰن، *A Code of Muslim Personal Law*، ۱۸۴ - ۱۸۶؛ ابن رشد، **بدایۃ المجتھد**، ۲: ۶؛ شلبی، **أحکام الأسرۃ**، ۱۲۷۔

۱۷۔ محمد ابو زھرۃ، **الأحوال الشخصیۃ** (قاہرہ: دار الفکر العربی، ۱۹۵۷ء)، ۱۰۷۔

۱۸۔ الزیلعی، **تبیین الحقائق**، ۲: ۵۰۳-۵۰۴؛ محمد ابو زہرہ، **الولایۃ علی النفس** (قاہرہ: معھد الدراسات العربیۃ العالمیۃ، ۱۹۶۶ء)، ۱۷۴-۱۷۷؛ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص، **أحکام القرآن** (استانبول: مطبعۃ الأوقاف الإسلامیۃ، ۱۳۳۵ھ)، ۲: ۵۰-۵۱؛ وہبۃ الزحیلی، **الفقہ الإسلامي و أدلتہ** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۶۹ء)، ۱۰: ۷۳۲۸۔

۱۹۔ الزیلعی، **تبیین الحقائق**، ۲: ۵۰۳-۵۰۴۔

جہاں تک رشتہ داروں کی عدم موجودگی میں قاضی کے اختیارات کا تعلق ہے، تو وہ نابالغ کی شادی کا فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہ پیش آجائے۔[۲۰] اگر ولی کی عدم موجودگی میں کسی دوسرے رشتہ دار نے بچے کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح اس وقت تک معلق رہے گا جب تک کہ ولی اس کی تصدیق نہ کر دے۔[۲۱]

ولی کے لیے کچھ شرائط پر پورا اترنا ضروری ہے۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ آزاد ہو، کیوں کہ غلام کسی کا ولی نہیں بن سکتا؛ دوسری شرط ہے بلوغت اور عقل ہے، یعنی ولی عاقل و بالغ ہو۔ ولی کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ اسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو جس سے بچے کا تعلق ہے، لیکن اگر قاضی ولی کا کردار نبھا رہا ہے تو اس کے لیے مذہب کی شرط نہیں ہے۔ جمہور فقہا کے مطابق ولی کا مرد ہونا بھی ضروری ہے۔ حنفی فقہا، جمہور سے اختلاف کرتے ہیں اور ان کے نزدیک ایک عورت بھی ولی بن سکتی ہے بشرطے کہ عصبہ موجود نہ ہو یا اہلیت نہ رکھتے ہوں۔ جمہور کے نزدیک نقطۂ اعتراض یہ ہے کہ اگر عورت اپنی شادی ولی کی اجازت کے بغیر کرنے کی مجاز نہیں تو وہ کسی اور کی شادی ولی کی حیثیت سے کیسے کرواسکتی ہے؟ حنفی فقہا کے نزدیک یہ دلیل قابل قبول نہیں؛ کیوں کہ ان کے ہاں عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کی مجاز ہے۔ جہاں تک ولی کے لیے عدالت کی شرط کا تعلق ہے، اس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شافعی فقہا اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ شرط ایسے ولی کے لیے ہے جو ولایت اجبار رکھتا ہو کیوں کہ جب عدالت کی شرائط گواہان کے لیے موجود ہے تو ولی کے لیے بدرجۂ اولی ہونی چاہیے۔ حنفی اور مالکی فقہا اور امام احمد بن حنبل کی ایک دوسری روایت کے مطابق ولی کے لیے عدالت کی شرط ہیں ہے کیوں کہ یہ دلیل سے ثابت نہیں۔ ان فقہا کے نزدیک ولی کے لیے عقل مند اور سمجھ دار ہونا ضروری ہے اور اس بات کا عدالت سے کوئی تعلق نہیں۔[۲۲] اگر کوئی ولی مندرجہ بالا شرائط پر پورا نہیں اترتا تو وہ نااہل تصور ہو گا۔ ان تمام شرائط کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ ولی بننے والا شخص اہلیت رکھتا ہو، کہ وہ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال نہ کرے اور بچے کے مفادات کے تحفظ کو یقینی بنائے۔[۲۳]

---

۲۰۔ ابن عابدین، **ردالمختار**، ۸: ۱۸۴؛ ابوزہرہ، **الولاية على النفس**، ۱۷۹؛ الزیلعی، **تبيين الحقائق**، ۲: ۵۱۳-۵۱۴۔

۲۱۔ ابن عابدین، مرجع سابق، ۸: ۱۸۴۔

۲۲۔ ابن عابدین، مرجع سابق، ۸: ۱۸۱؛ ابن قدامہ، **المغني**، ۷: ۳۵۵-۳۵۷؛ السید السابق، **فقه السنة** (مکتبة العاده، ۱۹۸۲ء)، ۶: ۵-۶۔

23– Mahdi Zahra, "The Legal Capacity of Women in Islamic law", *Arab*

حنفی فقہ کے مطابق صغر سنی کی شادی میں نابالغ کے پاس یہ حق ہے کہ وہ بلوغت حاصل کرنے پر اس شادی کی تصدیق کرے یا اس کو ختم کر دے، لیکن اگر ولی والد یا دادا میں سے کوئی ہو تو پھر یہ اختیار باقی نہیں رہے گا۔ اس حق کو خیار البلوغ کہتے ہیں۔[۲۴] والد یا دادا کے ولی ہونے کی صورت میں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ بچے سے فطری محبت کے باعث وہ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جو بچے کے مفاد کے خلاف ہو۔[۲۵] اگر بچے کا نکاح کرنے والا ولی بچے کا والد یا دادا نہیں بلکہ کوئی اور رشتہ دار ہے تو پھر بچہ بلوغت حاصل کرنے پر اس نکاح کو ختم کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ حق خیارِ بلوغ کا بنیادی مقصد بچے کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ دوسرے مکاتب فکر میں چوں کہ صرف والد اور دادا ہی بچے کے نکاح کا اختیار رکھتے ہیں اس لیے ان کے ہاں خیارِ بلوغ کی بحث نہیں ملتی۔

نکاح کو قائم رکھنے یا ختم کرنے کا فیصلہ بلوغت کے وقت کرنا ضروری ہے۔ لڑکی یا لڑکا جب بالغ ہو جائیں تو انہیں فوری طور پر بلوغت کا اعلان کرنا چاہیے اور صغر سنی میں کیے گئے نکاح کے متعلق فیصلہ کرنا چاہیے۔ حق خیارِ بلوغ کے استعمال میں تاخیر سے یہ حق ساقط ہو جاتا ہے۔ اگر لڑکا یا لڑکی حق خیار البلوغ استعمال کرتے ہوئے نکاح کو ختم کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو وہ فیصلہ عدالت تک پہنچایا جائے گا اور عدالت باقاعدہ طور پر نکاح کو ختم کرنے کا حکم جاری کر دے گی۔ خیارِ بلوغ کا حق لڑکا اور لڑکی دونوں استعمال کر سکتے ہیں لیکن یہ حق لڑکی کے لیے زیادہ اہم ہے کیوں کہ لڑکا تو بہ ہر حال طلاق کا حق بھی رکھتا ہے جب کہ لڑکی کے پاس صغر سنی کی شادی کو ختم کرنے کا یہی راستہ ہے۔ خیار بلوغ کے علاوہ اگر لڑکی عدالت میں نکاح یا شادی کو ختم کرنے کے لیے درخواست دائر کرے تو اسے وجوہات ثابت کرنی پڑتی ہیں اور کارروائی کافی طویل ہوتی ہے، جب کہ خیارِ بلوغ میں نکاح ختم کرنے کی وجوہات ثابت کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہوتی اور کارروائی بھی مختصر ہوتی ہے۔ صغر سنی کی شادی کے علاوہ اکراہ کی صورت میں کیے گئے نکاح کے بعد بھی خیارِ بلوغ کا حق قائم رہتا ہے۔[۲۶]

---

*Law Quarterly* 11: 3 (1996): 60.

۲۴- الجصاص، **أحکام القرآن**، ۲: ۵۰-۵۱؛ ابن رشد، **بدایة المجتهد**، ۲: ۷؛ ابن قدامہ، **المغني**، ۶: ۳۸۲، ابو زہرہ، **الولایة علی النفس**، ۱۷۱؛ الزیلعی، **تبیین الحقائق**، ۲: ۵۰۵-۵۰۶۔

۲۵- ابن عابدین، مرجع سابق، ۸: ۲۳۱-۲۳۲۔

۲۶- الزیلعی، مرجع سابق، ۲: ۴۹۵- ۴۹۶؛ الجبوری، **الولایة علی النفس**، ۱۸۷-۱۸۶؛ ابن عابدین، مرجع سابق، ۸: ۱۹۹-۲۰۱؛ ابن قدامة، **المغني**، ۶: ۳۸۶-۳۸۷؛ السرخسی، **المبسوط**، ۵: ۳؛ ابن رشد، **بدایة المجتهد**، ۲: ۳۔

جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ہے کہ خیارِ بلوغ کا حق دینے کا مقصد بچے کو تحفظ فراہم کرنا ہے لیکن حنفی فقہا کا والد یا دادا کی ولایت کی صورت میں اس اختیار کا نہ دینا اس اختیار کے مؤثر ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ پاکستانی معاشرے میں زیادہ تر صغر سنی کی شادیاں والد یا دادا کی طرف ہی سے طے کی جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں بچے کے پاس کوئی حل یا راستہ موجود نہیں ہوتا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ والد اور دادا اپنی فطری محبت کے باعث بچے کے مفاد کے خلاف کچھ نہیں کریں گے تو یہ محض ایک مفروضہ ہے جو غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ حق خیارِ بلوغ کے مؤثر ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ حق ان شادیوں میں بھی دیا جائے جو والد یا دادا کی طرف سے انجام پاتی ہیں۔

## حق خیارِ بلوغ پاکستانی قانون کی نظر میں

پاکستانی عائلی قوانین پر اسلام کا بہت گہرا اثر ہے۔ پاکستانی قانون بھی اسلامی قانون کی طرح صغر سنی کی شادی کی صورت میں حق خیارِ بلوغ دیتا ہے، حالاں کہ صغر سنی کی شادی درست قرار دی جاتی ہے مگر ایسی شادیوں کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ حوصلہ شکنی کی غرض سے ایسی شادیوں کو قابل سزا جرم بنا دیا گیا ہے۔ جہاں تک شادی کے لیے عمر کے تعین کا معاملہ ہے اس پر مندرجہ ذیل قوانین کا اطلاق ہوتا ہے:

- The Muslim Family Laws Ordinanace, 1961
- The Majority Act, 1875
- The Child Marriage Restraint Act, 1929

The Majority Act کے سیکشن ۳ میں Majority یا سن بلوغت کا تعین ۱۸ سال کیا گیا ہے، لیکن سیکشن ۲ کے مطابق شادی، طلاق، حق مہر وغیرہ کے معاملات میں عائلی قوانین کا اطلاق ہو گا جو ہر شخص کے مذہب کے مطابق ہوں گے۔ مسلم عائلی قوانین کے مطابق بلوغت ہی Age of Majority ہے اور بالغ ہونے پر کوئی بھی شخص شادی کرنے کا مجاز ہو گا چاہے اس کی عمر ۱۸ سال سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ The Muslim Family Laws Ordinance کے مطابق لڑکی کے لیے شادی کی عمر ۱۶ سال اور لڑکے کے لیے ۱۸ سال طے کی گئی ہے۔

زیادہ تر مسلم ممالک میں Majority کی عمر اور شادی کی عمر میں فرق ہے۔ Majority کی عمر عام طور پر ۱۶ سے ۱۸ اور شادی کی عمر عموماً ۱۵ سے ۲۰ سال کے درمیان ہے۔ جب مسلم عائلی قوانین میں اصلاح کی کوششوں کا آغاز ہوا تو شادی کے لیے کم از کم عمر کے تعین کی بھی کوشش کی گئی۔ زیادہ تر شادی کے لیے کم از کم عمر کا

تعین بلوغت کی بنیاد پر ہی کیا گیا لیکن بعض حالات میں قانون ایک مخصوص عمر تک پہنچنے کی صورت میں فرض کر لیتا ہے کہ بلوغت ظاہر ہو چکی ہے جسے Presumption of Puberty کہتے ہیں۔(۲۷) عمومی طور پر لڑکی کے لیے شادی کی عمر لڑکے کی نسبت کم طے کی جاتی ہے کیوں کہ عام طور پر لڑکیاں لڑکوں کی نسبت جلد بالغ ہو جاتی ہیں لہٰذا ان کا شادی کا حق بھی بلوغت کے ساتھ ہی پیدا ہو جاتا ہے۔ لڑکے اور لڑکی کی الگ الگ عمروں کا تعین کرنا The Convention on the Rights of the Child 1989 کے آرٹیکل ۲ کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے۔ جو دونوں جنسوں میں کسی قسم کی تفریق سے منع کرتا ہے۔ لیکن حقیقتاً دیکھا جائے تو الگ الگ عمروں کا تعین آرٹیکل ۲ کی خلاف ورزی نہیں کیوں کہ شادی کرنے کا حق بلوغت کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ خاص طور پر اگر اسلام میں جنسی تعلقات کے حرام ہونے کو مد نظر رکھا جائے تو کسی بالغ شخص کو اس حق سے محروم کرنا زیادتی ہے۔ اس تفریق کو CRC کے آرٹیکل ۳ کے مطابق تصور کیا جا سکتا ہے جو بچے کے مفادات کے تحفظ کو یقینی بنانے کو کہتا ہے۔ یہ لڑکی کے مفاد میں ہے کہ اسے جلدی شادی کی اجازت دی جائے کیوں کہ وہ لڑکے کی نسبت جلد بالغ ہو جاتی ہے۔(۲۸)

پاکستان میں بھی Majority کی عمر ۱۸ سال جب کہ شادی کی عمر لڑکی کے لیے ۱۶ اور لڑکے کے لیے ۱۸ سال ہے۔(۲۹) آزاد جموں کشمیر میں لڑکی کے لیے ۱۴ اور لڑکے کے لیے ۲۱ سال کی عمر کا تعین کیا گیا ہے۔(۳۰)

اقوام متحدہ کے Convention on the Elimination of all forms of Discrimination اور The Convention on the Rights of the Chlid کے مطابق شادی کی کم از کم عمر ۱۸ سال ہونی چاہیے۔ پاکستان چوں کہ ان Conventions کی توثیق کر چکا ہے تو اب پاکستان پر بین

---

27. Jamal J. Nasir, *Islamic Law of Personal Status* (London: Graham and Trotman, 1990) 47-49 ; Lynn Welchman, *Woman Muslim Family Laws in Arab States: A Comparative Overview of Textual Development and Advocacy* (Amsterdam: Amsterdam University Press, 2007), 62, 75.

28. Kamran Hashemi, “Religious Legal Traditions, Muslim States and the Convention on the Rights of the Child: an Essay on the Relevant UN Documentation”, *Human Rights Quarterly* 29:1 (2007): 212.

29. *The Child Marriage Restraint Act*, 1929, Section 2.

۳۰- آزاد جموں و کشمیر میں Muslim Family Laws Ordinance کا اطلاق نہیں ہوتا لہٰذا وہاں پر لڑکی اور لڑکے کے لیے عمر کی حد باقی ملک سے مختلف ہے۔

الاقوامی طور پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ شادی کی کم از کم عمر کے قانون میں بھی تبدیلی لائی جائے تاکہ وہ CEDAW اور CRC کے موافق ہو جائے۔ ۲۰۱۴ء میں سندھ اسمبلی نے Sindh Child Marriage Restraint Act کی منظوری دی اور شادی کی کم از کم حد ۱۸ سال مقرر کر دی اور صغر سنی یا اجازت دینے یا شادی کو ہونے سے نہ روکنے کو قابل سزا جرم قرار دیا ہے۔ ۲۰۱۴ء میں ایسا ہی بل قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا مگر منظور نہ ہو سکا۔ مئی ۲۰۱۷ء میں بھی ایک ایسا ہی بل پیش کیا گیا اور یہ بل سینٹ کی قائمہ کمیٹی نے منظور بھی کر لیا۔ اس بل کا بنیادی مقصد مرد اور عورت کے مابین فرق کو ختم کرنا تھا تاکہ شادی کی کم از کم عمر دونوں کے لیے یکساں ہو۔ اس بل کو بعد ازاں اسلامی نظریاتی کونسل میں بھیج دیا گیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے یہ تھی کہ نکاح کے لیے عمر کا کوئی تعین نہیں لیکن اسلام کے مطابق رخصتی بلوغت سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ ۱۲/ اکتوبر ۲۰۱۷ء کو سینٹ کی قائمہ کمیٹی نے اس بل کو مسترد کر دیا اور قرار دیا کہ یہ بل احکام کے خلاف ہے۔[۳۱] فروری ۲۰۱۷ء میں حکومت پاکستان نے The Child Marriage Restraint Act میں دی گئی سزاؤں کو بڑھایا جس کا مقصد لوگوں کو صغر سنی کی شادی میں کسی بھی حیثیت میں شامل ہونے سے روکنا ہے۔[۳۲]

The Child Marriage Restraint Act 1929 کے مطابق صغر سنی کی شادی کی اجازت، تشہیر یا شادی کو ہونے سے نہ روکنا ایک جرم ہے۔ اگر کوئی بچہ خود سے شادی کر لیتا ہے تو اس کا ولی ذمہ دار ہو گا۔ اس جرم کی سزا ایک مہینہ قید یا ایک ہزار روپے جرمانہ ہے۔[۳۳] بہ ظاہر دیکھنے میں یہ بات محض علامتی سی لگتی ہے۔ سب سے اہم نکتہ یہاں یہ ہے کہ یہ قانون صغر سنی کی شادی کو باطل نہیں بلکہ درست تصور کرتا ہے لیکن حوصلہ شکنی کی غرض سے اس کے لیے علامتی سزا رکھی گئی ہے۔

The Dissolution of Muslim Marriage Act 1939 کے سیکشن 2(vii) میں لڑکی کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ صغر سنی کی شادی کو ختم کر سکتی ہے لیکن خیارِ بلوغ کے حق کو استعمال کرنے کے لیے

---

31. The Committee on Elimination of all forms of Discrimination Against Women, Concluding Observations on the Fourth Periodic Report of Pakistan, adopted by the Committee at its fifty fourth session (11th February_1st March 2013) available at http://digitllibrary.un.org/record/ 749122/files/cedaw c pak co 4en.pdf. Also see http://pakistan.unfpa.org/en/ topics/child marriage 4.last visited 25th Nov 2018.

32. *The Child Marriage Restraint (Amendment) Act 2019*. Available at www.na.gov.pk/en/bills.php?type=2.last visited 5th May 2019.

33. *The Child Marriage Restraint Act*, 1929, Section 2.

شرط یہ ہے کہ یہ شادی لڑکی کے ۱۶ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے انجام پائی ہو اور ۱۸ سال کی ہونے سے پہلے وہ حق خیارِ بلوغ کو استعمال کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ زوجین میں جنسی تعلق قائم نہ ہوا ہو۔ اگر یہ شرائط پوری ہو جائیں تو خیارِ بلوغ کے حق کا استعمال شادی کے تحلیل ہونے کا حتمی فیصلہ سمجھا جائے گا اور کسی قسم کی عدالتی فیصلے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک لڑکی اگر حق خیارِ بلوغ استعمال کرنا بھی چاہے تو اپنے خاندان کی مرضی کے بغیر ایسا نہیں کر سکتی۔ پاکستانی معاشرے میں جہاں زیادہ تر خواتین مالی طور پر خود مختار نہیں ہوتیں، ان کی زندگی سے متعلق تمام اہم فیصلے ان کے خاندان کے افراد ہی کرتے ہیں۔

## عدالتی نظر میں

اگر پاکستانی قانون کو دیکھا جائے تو ایسے بہت سے عدالتی فیصلے موجود ہیں جن میں صغر سنی کی شادی کو درست قرار دیا گیا ہے لیکن متعلقہ افراد کو سزائیں بھی سنائی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر یہاں پر کچھ عدالتی فیصلے پیش کیے جاتے ہیں:

مقدمہ مشتاق احمد بنام مرزا محمد امین میں عدالت عالیہ کراچی نے کہا کہ The Child Marriage Restraint Act 1929 کا مقصد بچپن کی شادیوں کی حوصلہ شکنی کرنا ہے اور ذمے داروں کو سزا دینے کے باوجود نکاح باطل نہیں ہوتا۔[۳۴] اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شادی ۱۶ سال کی عمر سے پہلے ہو وہ صغر سنی کی شادی ہے اور قابل سزا جرم ہونے کے باوجود نکاح درست ہے۔ ۱۹۷۷ء میں مسماۃ عزیز بائی بنام ایس ایچ او تھانہ جلال پور پیر والا ضلع ملتان میں عدالت عالیہ، لاہور نے سولہ سال کی عمر، جو قانون میں درج ہے، کے بجائے ۱۵ سال کو بلوغت کی عمر متعین کر دیا۔[۳۵] غالباً عدالت نے ابو یوسف اور امام محمد بن حسن الشیبانی کی رائے کی پیروی کی ہے جو ۱۵ سال کو بلوغت کی عمر مانتے ہیں، لیکن اگر بلوغت کی علامات اس عمر سے پہلے ظاہر ہو جائیں تو اس لڑکی یا لڑکے کو بالغ ہی تصور کیا جائے گا اور عمر کا اعتبار نہیں ہو گا۔[۳۶]

---

34. PLD 1962 Karachi, 442.

کچھ اور مقدمات میں بھی ایسے ہی فیصلے کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ظفر خان بنام محمد اشرف بھٹی، PLD 1975 Lahore, 234؛ عبد القادر بنام فیملی کورٹ جج مری CLC 1988 Lahore, 313۔

35. PLD 1977 Lahore, 432.

۳۶- مسماۃ دولاں بنام دوسہ، PLD 1953 Lahore, 332۔

مقدمہ ایس ایم (SM) اسلم بنام روبی اختر میں عدالت عالیہ، کراچی نے فیصلہ کیا کہ ایسی لڑکی جو The Majority Act کے مطابق صغیر ہو لیکن اپنے مذہبی عائلی قوانین کے مطابق بالغ ہو تو ولی کے بغیر بھی شادی، طلاق یا مہر سے متعلقہ مقدمہ قائم کر سکتی ہے۔[۳۷] The Child Marriage Restraint Act 1929 کے سیکشن ۶ کے مطابق اگر ایک بچہ اپنی شادی خود کر لیتا ہے تو اس کا ولی ذمہ دار تصور ہو گا۔ بچپن کی شادی کے معاملات میں عام طور پر اسلامی قانون کی پیروی کی جاتی ہے۔ اگر بچہ اپنی شادی خود کرے اور بلوغت کی علامات ظاہر ہو چکی ہوں تو شادی کو درست سمجھا جائے گا چاہے اس کی عمر ۱۸ سال سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ ۱۹۷۰ء میں مقدمہ موج علی بنام صفدر حسین میں ایک بچی، جس کی عمر ۱۸ سال سے کم تھی لیکن اسلامی قانون کے مطابق وہ بالغ تھی، نے ولی کی مرضی کے بغیر نکاح کر لیا۔ عدالت عظمی نے فیصلہ دیا کہ اسلامی قانون کے مطابق یہ نکاح درست ہے اور اب اس کا شوہر ہی اس کا ولی ہے۔ عدالت نے کہا کہ قانون کے مطابق شادی درست اور صحیح تصور کی جائے گی۔[۳۸]

مقدمہ مسماۃ بخشی بنام بشیر احمد میں عدالت عظمی نے فیصلہ دیا کہ اگر لڑکی کی عمر ۱۵ ہے اور اس نے اپنی مرضی سے شادی کر لی ہے تو اسے شوہر کے ساتھ جانے کی اجازت ہو گی لیکن اس کے شوہر کو ایک کم عمر لڑکی کے ساتھ شادی کرنے پر سزا دی جائے گی بشرطے کہ وہ خود صغیر یا بچہ نہ ہو۔ اس مقدمے میں لڑکی کی ماں حضانت کی دعوے دار تھی لیکن عدالت نے لڑکی کو اس کے شوہر کے حوالے کر دیا۔[۳۹]

صغر سنی کی شادی میں بچے کے پاس واحد تحفظ حق خیارِ بلوغ ہوتا ہے۔ مقدمہ محمد ممتاز بنام جے ایف سی (JFC) شاہ پور صدر، ضلع سرگودھا میں عدالت عالیہ، لاہور نے فیصلہ دیا کہ اگر لڑکی سولہ سال کی عمر سے پہلے بلوغت حاصل کرے تو وہ خیارِ بلوغ کا حق استعمال کر سکتی ہے اس کے لیے ۱۸ سال کی عمر تک انتظار کرنے کی

---

37. CLC 1996 Karachi, 1.

کچھ اور مقدمات میں بھی ایسے ہی فیصلے کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ظفر خان بنام محمد اشرف بھٹی، PLD 1975 Lahore, 234؛ عبدالقادر بنام فیملی کورٹ جج مری CLC 1988 Lahore, 313۔

38. PLD 1970 Cr. L. 5 SC, 1035.

39. PLD 1970 SC, 323.

کچھ اور مقدمہ میں بھی ایسے ہی فیصلے کیے گئے ہیں مثال کے طور پر دیکھیے: غلام حسین بنام نواز علی، PCr. L. J. 1975 Karachi, 1049; مشتاق بنام محمد امین؛ PLD 1962 Karachi, 442؛ اللہ بخش بنام صفدر، YLR 2006 Lahore 2936۔

ضرورت نہیں۔(۴۰) مقدمہ محمد ریاض بنام روبینہ بی بی میں عدالت عالیہ، لاہور نے فیصلہ دیا کہ حق خیارِ بلوغ ثابت کرنے کے لیے زوجہ کو تین باتیں ثابت کرنا ہوں گی: اول یہ کہ نکاح کے وقت لڑکی عمر سولہ سال سے کم تھی، دوم یہ کہ زوجین میں جسمانی تعلقات قائم نہیں ہوئے اور سوم یہ کہ لڑکی نے ۱۸ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے نکاح کو ختم کر دیا تھا۔(۴۱) مقدمہ غلام قادر بنام جج فیملی کورٹ مری میں عدالت عالیہ، لاہور نے فیصلہ دیا کہ بلوغت کی عمر ۱۵ سال ہے بشرطے کہ علامات پہلے سے ظاہر نہ ہو چکی ہوں۔ عدالت کا کہنا تھا کہ The Dissolution of Muslim Marriage Act 1939 کے سیکشن ۲ کے مطابق ۱۶ سال کی عمر میں لڑکی خیارِ بلوغ کا حق استعمال کر سکتی ہے۔(۴۲)

مقدمہ مسماۃ دولاں بنام دوسہ میں عدالت عالیہ، لاہور نے فیصلہ دیا کہ The Dissolution of Muslim Marriage Act 1939 کا مقصد مسلم عائلی قوانین کی توضیح ہے اس کو تبدیل کرنا نہیں ہے۔(۴۳) یہ قانون ایک لڑکی کو، جس کی شادی صغر سنی میں ہوئی ہو، حق خیارِ بلوغ دیتا ہے اور اس بنا پر کوئی فرق روا نہیں رکھتا کہ یہ شادی والد کے ہاتھوں انجام پائی ہے یا کسی دوسرے ولی کے ہاتھوں؛ یہ شق حنفی فقہ کے مخالف ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حق خیارِ بلوغ ایک تحفظ ہے جو صغر سنی کی شادی میں موجود ہونا چاہیے، چاہے ولی کا صغیر سے کوئی بھی رشتہ ہو۔ والد یا دادا کے ولی ہونے کی صورت میں لڑکی کو اس حق سے محروم کرنے سے یہ حق مؤثر نہیں رہتا کیوں کہ صغر سنی کی شادیوں کی کثیر تعداد، والد یا دادا کے ہاتھوں ہی انجام پاتی ہے۔ دوسری طرف یہ کہنا کہ والد یا دادا اپنی فطری محبت کی وجہ سے بچے کے مفاد کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کریں گے محض ایک مفروضہ ہے جو مخصوص حالات میں غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

خیارِ بلوغ کا حق استعمال کرنے کے لیے عدالتی حکم ضروری نہیں ہے۔ اس پر متعدد فیصلے موجود ہیں جہاں اگر لڑکی نے عدالت جائے بغیر خیارِ بلوغ کا حق استعمال کرتے ہوئے صغر سنی کی شادی کو ختم کیا اور بعد میں جب معاملہ عدالت میں لایا گیا تو عدالتوں نے لڑکی کے فیصلہ کو درست اور قانونی قرار دیا۔ پاکستانی عدالتیں عام طور پر ان مقدمات میں خصوصی احتیاط برتتی ہیں جہاں لڑکی دوسری شادی کر چکی ہو اور اس کے دوسری شادی سے بچے بھی

40. CLC 1985 Lahore, 1808.
41. MLD 2000 Lahore, 1886.
42. CLC 1988 Lahore, 113.
43. MLD 2000 Lahore, 1886.

ہوں۔ ایسی صورت حال میں اس بات پر اصرار کہ عدالت جائے بغیر پہلی شادی تحلیل نہیں ہو گی، کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوسری شادی اور دوسری شادی سے ہونے والے بچے ناجائز قرار پائیں۔ اس مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے پاکستانی عدالتیں پہلی شادی کی تحلیل کو درست قرار دیتی ہیں، مثال کے طور پر چند عدالتی فیصلے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

مقدمہ نور محمد بنام ریاست[۴۴] میں عدالت عالیہ، لاہور نے اور ساجد محمود بنام ریاست[۴۵] میں فیڈرل شریعت کورٹ نے فیصلہ دیا کہ اگر کسی کی صغر سنی میں شادی ہوئی ہو اور وہ عدالت جائے بغیر حق خیارِ بلوغ استعمال کرتے ہوئے اس شادی کو ختم کر دے تو یہ درست ہو گا۔ اگر اس عورت نے دوسری شادی کر لی ہے تو اس کی دوسری شادی بہ ذات خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنی پہلی شادی ختم کر دی ہے۔ ایسی صورت میں عدالت کی ڈگری کی ضرورت نہیں اور اگر عدالت سے ڈگری لے لی جائے تو یہ محض اس لڑکی کے فیصلے کی تصدیق ہو گی۔ مقدمہ مسماۃ عرفانہ تسنیم بنام ایس۔ ایچ۔ او[۴۶] اور مقدمہ مسماۃ سردار بانو بنام سیف اللہ خان[۴۷] میں بھی عدالت عالیہ، لاہور نے فیصلہ دیا کہ دوسرا نکاح اس بات کا ثبوت ہے کہ پہلے نکاح کو خیارِ بلوغ کا حق استعمال کرتے ہوئے ختم کر دیا گیا تھا۔ عدالت نے کہا کہ قانون صرف یہ مانگتا ہے کہ خیارِ بلوغ کا حق ۱۸ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے استعمال کرنا چاہیے لیکن اس مقصد کے لیے کوئی خاص عمر، وقت یا طریقہ کار متعین نہیں کیا گیا۔ عدالتی فیصلوں کے مطابق اگر خیارِ بلوغ کی شرائط پوری ہوں تو مقدمہ درج کرنا ہی شادی کو تحلیل کرنے کے لیے کافی ہے۔

مقدمہ آفتاب خان بنام ریاست[۴۸] میں لڑکی کی شادی صغر سنی میں ہوئی اور بلوغت کے بعد اس نے دوسری شادی کر لی جس سے اس کے بچے بھی تھے۔ عدالت عالیہ، پشاور نے اس بات کو مد نظر رکھا کہ اگر پہلی شادی کو بر قرار رکھا گیا تو دوسری شادی سے پیدا ہونے والے بچے ناجائز تصور ہوں گے؛ لہٰذا عدالت نے پہلی شادی کے بارے میں لڑکی کا بیان کہ اس نے حق خیارِ بلوغ استعمال کرتے ہوئے اسے ختم کر دیا تھا کو تسلیم کر لیا اور دوسری شادی کو درست قرار دیا۔

---

44. PLD 1976 Lahore, 516.
45. PLD 1995 FSC, 1.
46. PLD 1999 Lahore, 479.
47. PLD 1969 Lahore, 108.
48. 2016 PCR 6 J, 657.

مقدمہ محمد اقبال بنام مسماۃ سیانی[۴۹] میں لڑکی کی شادی صغر سنی میں ہوئی تھی اس نے پہلی شادی کو ختم کر کے دوسری شادی کر لی۔ سابقہ شوہر نے مقدمہ کر دیا کہ وہ اس کی بیوی ہے اور دوسری شادی باطل ہے۔ لڑکی نے مقدمہ دائرہ کیا کہ عدالت اعلان (Declare) کرے کہ وہ سابقہ شوہر کی بیوی نہیں ہے۔ عدالت نے اس مقدمے کو حقِ بلوغ کے مقدمے میں تبدیل کر دیا اور صغر سنی کی شادی کو ختم تصور کیا گیا۔ فیصلے میں اس بات کو بھی مد نظر رکھا گیا کہ اگر پہلی شادی کو قائم رکھا گیا تو دوسری شادی سے بچے ناجائز تصور ہوں گے۔

عدالتی فیصلوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب کوئی لڑکی خیارِ بلوغ کے تحت شادی کی تحلیل کا مقدمہ درج کراتی ہے تو ساتھ ہی متبادل کے طور پر خلع کی استدعا بھی کی جاتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر صغر سنی کی شادی ثابت نہ ہو سکی تو خلع کے ذریعے شادی کو ختم کر دیا جائے۔ ایسے عدالتی فیصلے بھی موجود ہیں جہاں لڑکی نے ۱۸ سال تک پہنچنے سے پہلے خیارِ بلوغ کا حق استعمال کیا اس کے باوجود اسے خلع دے دی گئی۔ مقدمہ محمد اکرم بنام مسماۃ شکیلہ بی بی میں شکیلہ بی بی کا نکاح تین ماہ کی عمر میں کر دیا گیا تھا۔ اس نے بالغ ہوتے ہی حق خیارِ بلوغ استعمال کر کے نکاح کو تحلیل کر دیا۔ فیملی کورٹ میں صغر سنی کی شادی کو ثابت نہ کیا جا سکا اور عدالت نے شکیلہ بی بی کو خلع دے دی۔ عدالت نے کہا کہ اگر یہ ثابت نہ کیا جا سکے کہ نکاح چھوٹی عمر میں کیا گیا تھا تو عدالت نکاح کو خلع کی بنیاد پر ختم کر سکتی ہے۔[۵۰] ۱۹۸۸ء میں مقدمہ منظور احمد بنام ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج III رحیم یار خان میں عدالت عالیہ، لاہور نے فیصلہ دیا کہ جہاں شادی بچپن میں ہوئی ہو اور زوجین کے درمیان جسمانی تعلقات قائم نہ ہوئے ہوں وہاں اگر شادی خیارِ بلوغ کے حق کو استعمال کر کے ختم ہو سکتی ہو تو خلع نہیں دیا جا سکتا۔[۵۱] چوں کہ خلع لینے کی صورت میں مہر واپس کرنا پڑتا ہے لہذا اسے بیوی کے حقوق کی خلاف ورزی تصور کیا جاتا ہے، لیکن جہاں پر بیوی کے پاس کوئی اور حل موجود نہ ہو اور وہ مہر کی ادائی پر طلاق چاہے تو وہاں خلع کو درست تصور کیا جاتا ہے۔[۵۲] The Dissolution of Muslim Marriage Act 1939 کے سیکشن ۲ کے مطابق جسمانی تعلق نہ ہونا خیارِ بلوغ کے حق کو ثابت کرنے کے لیے ضروری ہے۔ مقدمہ اللہ دوایہ بنام مسماۃ کموں مائی میں عدالت عالیہ، لاہور نے

---

49. PGD 1991, SC, 275.

50. CLC 2003, 1787.

51. CLC 1988 Lahore, 436.

۵۲- محمد اکرم بنام شکیلہ بی بی، CLC 2003 Lahore, 1784؛ محمد راشد بنام جج فیملی کورٹ چشتیاں، CLC 2001 Lahore, 477۔

کہا کہ یہاں جسمانی تعلق سے مراد وہ تعلق نہیں ہے جو رضامندی سے قائم کیا جائے۔ اگر زبردستی کی گئی ہے تو اس لڑکی کا حق خیارِ بلوغ ختم نہیں ہو گا۔ رضامندی کو اظہار کے لیے لڑکی کی عمر کم از کم پندرہ سال ہونا ضروری ہے۔ پندرہ سال سے کم عمر بچے کی رضامندی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور اگر لڑکی کی عمر ۱۵ سال سے کم ہو تو چاہے اس کی رضامندی سے ہی جسمانی تعلق قائم ہوا ہو یہی سمجھا جائے گا کہ اس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہے۔(۵۳) مقدمہ محمد شریف بنام جج فیملی کورٹ میں جائیداد کے مقدمے میں شادی ثابت کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ لڑکی کے مطابق اس کا نکاح تیرہ سال کی عمر میں ہوا اور بلوغت پر اس نے نکاح ختم کر دیا۔ فریقین جب عدالت میں آئے تو نکاح کو اٹھارہ سال کا وقت گزر چکا تھا۔ شوہر کا کہنا تھا کہ زوجین میں جسمانی تعلقات قائم ہوئے جب کہ بیوی کا کہنا تھا کہ ایسا نہیں ہوا کیوں کہ بلوغت پر اس نے نکاح کر دیا تھا۔ فیصلہ کرتے وقت عدالت عالیہ، لاہور نے اس بات کو بھی مد نظر رکھا کہ اگر واقعی زوجین اکٹھے رہ رہے تھے تو ان کی اولاد کیوں نہیں ہوئی۔ حالاں کہ خاتون نے طبی معائنہ کرانے سے انکار کر دیا لیکن عدالت نے اس کی بات کا اعتبار کر کے شادی کے حق خیارِ بلوغ کے استعمال کے بعد ختم ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا۔(۵۴)

فقہ اسلامی کے مطابق بلوغت میں Majority اور شادی کی عمر ہے لیکن بلوغت کے ساتھ تمیز بھی ضروری ہے۔ پاکستان جیسے ملک میں جہاں بچے بہت چھوٹی عمر میں بالغ ہو جاتے ہیں یہ بات مناسب ہے کہ صغر سنی کی شادیوں کو روکنے کے لیے عمر کا تعین کر دیا جائے۔ حالاں کہ اسلام میں صغر سنی کی شادی کو درست تصور کیا جاتا ہے لیکن ایسی شادیوں کے نقصانات ذہن میں رکھتے ہوئے یہ بہتر ہے کہ حوصلہ شکنی کی جائے۔(۵۵)

## نتائجِ بحث

---

53. PLD 1957 Lahore, 651.

ایسے مزید عدالتی فیصلے جن میں یہی طرز فکر اپنایا گیا مندرجہ ذیل ہیں:

مسماۃ غلام سکینہ بنام فلک شیر، PLD 1949 Lahore, 75؛ اللہ دوایہ بنام مسماۃ مکوں مائی، PLD 1957 Lahore, 651؛ مسماۃ محمد بی بی بنام راجہ، PLD 1962 AJK, 7؛ مسماۃ سرور جان بنام عبد الماجد، PLD 1965 Peshawar, 5؛ مسماۃ بیگم بنام محمد اسلم خان PLD 1970 SC AJK, 9۔

54. MLD 1998 Lahore, 1873.

55. Ihsan Yilmaz, *Muslim Laws, Politics and Society in Modern Nation States: Dynamic Legal Pluralisms in England, Turkey and Pakistan* (Aldershot, Hants, England: Ashgate Publishing Ltd., 2005), 135.

شریعہ اور پاکستانی قانون دونوں میں ولی صغیر کی شادی کرنے کا اختیار رکھتا ہے، بشرطے کہ یہ شادی اس کے مفاد میں ہو۔ پاکستانی قانون صغر سنی کی شادی کو درست قرار دینے کے باوجود اسے ایک قابل سزا جرم تصور کرتا ہے جو کہ بہ ظاہر تضاد ہے، مگر اس کی توجیہ یہ پیش کی جاتی ہے کہ اصل مقصد بچپن کی شادیوں کی حوصلہ شکنی کرنا ہے۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ پاکستانی قانون میں ترمیم کر کے صغر سنی کی شادی کی سزاؤں کو بڑھایا جائے۔ فی الحال دو سزائیں ہیں وہ بھی محض علامتی ہیں۔

شریعہ اور پاکستانی قانون دونوں ہی صغر سنی کی شادی کی صورت میں بچے کو حق خیارِ بلوغ دیتے ہیں۔ پاکستانی قانون ایسی شادی میں ولی کے بچے سے رشتے کو اہمیت نہیں دیتا اور ولی چاہے والد ہو یا کوئی اور رشتہ دار بچے کو حق خیارِ بلوغ حاصل ہوتا ہے۔ حنفی فقہ میں خیارِ بلوغ کا حق صرف اس صورت میں ہوتا ہے اگر شادی کروانے والا ولی بچے کا والد یا دادا نہ ہو۔ اس شرط سے خیارِ بلوغ کے حق کے مؤثر ہونے میں بہت بڑی رکاوٹ کھڑی ہو جاتی ہے کیوں کہ زیادہ تر بچپن کی شادیاں والد یا دادا کی طرف سے ہی طے کی جاتی ہیں۔ یہ کہنا کہ والد اور دادا بچے کے لیے اپنی فطری محبت کے باعث اس کے مفاد کے خلاف فیصلہ نہیں کریں گے، محض ایک مفروضہ ہے جو غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قانوناً تو یہ حق لڑکی اور لڑکے دونوں کو حاصل ہے مگر لڑکی کے لیے زیادہ اہم ہے کیوں کہ اس کے پاس شادی ختم کرنے کا یہ واحد راستہ ہے جب کہ لڑکا تو جب چاہے لڑکی کو طلاق بھی دے سکتا ہے۔